www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

20 ستمبر 2013ء جمعۃ المبارک 13 ذوالقعدۃ ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر: 34

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

اَ کِتھ سوٗنت چھُی نیر شِکارَس
ۄہرَس کیُتھ بابہِ آسی رُتٕے
وَرگس تٕہندِس دوٗر روز کارَس
یارَن سٕتی آسی رُتٕے

بہار آئی اُٹھو اور محنت کرتے جاؤ، شکار کرتے رہو تاکہ سال بھر فائدہ اُٹھاتے رہو گے اور پھر زندگی آرام سے گزرے گی، محبوب کی آزمائشوں کے سامنے سینہ تان کے رہو تو اُس کے دوستوں اور محبوبوں کا ساتھی بن جاؤ گے۔

سچ بات کہو چاہے وہ کڑی ہو

(ڈاکٹر) رئیس احمد نعمانی

اللہ کے رسول حضرت محمد عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے: قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا (بیہقی) "سچ بات کو کہہ ڈالو، چاہے وہ کڑی ہو"۔ بہت سی بے بنیاد، احمقانہ بے معنی، رذیلانہ اور غیر اسلامی کہاوتیں ہیں جن کو ہم اپنے بچپن سے سنتے چلے آرہے ہیں، انہیں میں سے ایک مشہور جملہ یہ بھی ہے کہ جس کو پہلے بھی خدا جانے کتنی بار سنا ہوگا اور ۸ رجون کو اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر پھر سننا پڑا کہ "ارے صاحب لڑکی والا تو نیچا اور دبا ہوا ہوتا ہے"۔

میں ایسا کہنے اور سمجھنے والے مسلمانوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی مسلمان کے ساتھ کیا تو کیا اس نے کوئی چوری کی؟ کسی کے گھر میں ڈاکہ ڈالا؟ کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا؟ کسی کی عزت وآبرو لوٹی؟ آخر اس نے کون سا ایسا جُرم کیا کہ وہ نیچ اور حقیر سمجھا اور کہلایا جائے؟

کان کھول کر سنو! کہ ایسا کہنا اور سمجھنا بہت گھٹیا پن، رذالت، ذہنی خباثت اور کمینگی کا ثبوت ہے، اس لئے کہ یہ بات کہنے اور سمجھنے والا صرف ایک مسلمان بھائی کی تحقیر نہیں کرتا، بلکہ خود اس کی بھی کوئی بہن، بیٹی ہے یا ہوگی، اس کی ماں بھی کسی کی بیٹی تھی، اس کی دادی بھی کسی کی بیٹی تھی، اور ان سب کے ساتھ، وہ سالا کھ نبیوں کے سردار خاتم النبیین محبوب ربّ العالمین، ساری دُنیا کے آقا حضرت محمد مدنی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی توہین کرتا ہے۔

بیٹی کی شادی کرنا خالق کائنات کے حکم کی تعمیل اور آقائے دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کی پیروی ہے، اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی چار بیٹیاں تھیں اور آپ نے چاروں کی شادی کی، بلکہ دو بیٹیوں کو طلاق ہوگئی تو ان کی دوبارہ بھی شادی کی اور سب مسلمانوں کو اپنے جوان بیٹی، بیٹیوں کی شادی کرنے کا حکم دیا، تو اے بے ادب مسلمانو! اب تم خود سوچو کہ بیٹی کے باپ کو نیچا اور دبا ہوا بتا کر کونسی انسانیت اور شرافت کا نمونہ پیش کر رہے ہو؟

بیوی شوہر کی ضرورت، اس کی راحت، اس کی زینت، اس کی عزت، اس کے ایمان کی حفاظت اور اسکی زندگی کی حرارت ہوتی ہے، وہ اپنے ماں باپ، بھائی، بہنوں اور پورے خاندان کو چھوڑ کر ایک نئے گھر اور ایک اجنبی ماحول میں آتی ہے، اپنے سارے رنج وراحت، خوشی اور غم کو شوہر کے رنج وراحت، خوشی اور غم کے ساتھ وابستہ کر دیتی ہے، وہ شوہر کی سنسان زندگی کیلئے ایک دائمی بہار بن آتی ہے، لہٰذا شوہر پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ بیوی اور بیوی کے ماں باپ کے ساتھ محبت اور عزت کا برتاؤ کرے اور اس کو یا اس کے ماں باپ کو حقیر اور نیچا سمجھ کر اپنی دُنیا اور آخرت دونوں کو جہنم نہ بنائے!

غور کرو! کہ جو شخص کم وبیش بیس سال تک ایک بچی کی پرورش اور تربیت کی تمام ذمہ داریاں خوشی خوشی پوری کرتا ہے، اس کی پرورش میں سالہا سال طرح طرح کی پریشانیاں اور تکلیفیں اُٹھاتا ہے، اس کو پال پوس کر بڑی کرتا ہے، اور پھر اپنی گودوں کی کھلائی اور نازیوں کی پالی جوان بیٹی کو اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انتہائی صبر ورضا کے ساتھ ایک مسلمان کے نکاح میں دیدیتا ہے تو وہ کوئی پاگل یا گدھا نہیں ہے نہ وہ کوئی گھٹیا عمل یا بُرا کام کر رہا ہے کہ تم اس کو نیچا بتاؤ اور حقیر سمجھو! لڑکی والے نے اللہ کے حکم اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت پر عمل کیا ہے، اور سمدھی، سمدھن اور داماد پر وہ احسان کیا ہے کہ دُنیا میں اس سے بڑا کوئی دوسرا احسان نہیں ہوسکتا، اب اگر داماد اور اس کے ماں باپ کی رگوں میں شریف خون ہے اور ان کے دِل میں ایمان اور اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت ہے تو ان کی اخلاقی ذمہ داری اور فرض ہے کہ زندگی بھر بیٹی والے کے احسان مند رہیں اور ان کے عزت واحترام میں کوئی کمی نہ کریں۔

ہرگز مت بھولو! کہ تم نے کوئی احسان نہیں کیا ہے بلکہ بیٹی والے نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے کہ اپنی لختِ جگر، اپنی ناز ونعم کی پلی لاڈلی بیٹی کو اللہ کے کلمے اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طریقے پر زندگی بھر کیلئے تمہارے حوالے کر دیا ہے۔

پھر یاد رکھو! کہ جو شخص کسی لڑکی والے کو حقیر یا نیچا سمجھتا ہے وہ صرف اپنے اس سب سے بڑے محسن کی ہی بے عزتی نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ اس کے ساتھ ہی اللہ کے پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں بھی گستاخی کر رہا ہے، اور آپ کی سنت کا مذاق اُڑا رہا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی چار بیٹیوں کے باپ تھے اور آپ نے چار بیٹیوں کا نکاح کیا تھا تو جو مسلمان اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کرتا ہے وہ اپنا ایمان بھی برباد کرتا ہے۔ اور سنو! "اَلَا لَا فضل لعربی علی عجمی......" (الترغیب والترھیب) "یحسب امرء من الشران ان یحقر لخاہ لمسلم" (صحیح مسلم) "ولذی نفسی بیدہ ،لَا یؤمن عبد حتی......" (بخاری ومسلم) "کل المسلم علی لمسلم حرام دمہ......" (صحیح مسلم)

یہ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث میں اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس بات سے خبردار کیا ہے کہ عربی، عجمی، کالا، گورا ہر انسان اللہ کی نظر میں برابر کا درجہ رکھتا ہے، فضیلت صرف اسی کو حاصل ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے، یعنی پیدائش سے موت تک پوری زندگی ہر کام کرتے وقت اللہ سے ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوجائے۔

مگر تم نے لڑکے کا باپ بنتے ہی خود کو اونچا اور لڑکی والے کو نیچا سمجھنا شروع کر دیا، یہ کہاں کا انصاف اور کہاں کی شرافت ہے؟

دوسری حدیث میں اللہ کے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ سمجھایا کہ کسی انسان میں اور کوئی شر (برائی) نہ ہو اور وہ صرف اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور بلا وجہ اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے تو اس کے شریر ہونے کیلئے یہی بات کافی ہے۔ بتاؤ! اس سے بڑا شریر کون ہوگا جو دُنیا کے اندر سب سے بڑے محسن کو صرف اسلئے حقیر سمجھتا ہے کہ اس نے سنتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم پر عمل کرنے کیلئے اپنی بیٹی کا نکاح اس کے بیٹے کے ساتھ کر دیا؟ تیسری حدیث میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خدا کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے ہر مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اب بولو! کہ تمہاری نظر میں بیٹے والا تو اونچا ہے اور بیٹی والا نیچا ہے یعنی تم نے اپنے لئے تو عزت پسند کی اور لڑکی کے باپ کو نیچا سمجھا تو تم کدھر سے مومن اور مسلمان ہوئے؟

چوتھی حدیث میں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان ناحق کسی مسلمان کا خون گراتا ہے تو حرام ہے، اس کی بے عزتی کرتا ہے تو حرام ہے، بغیر حق کے اس کا مال ہتھیاتا ہے تو وہ بھی حرام ہے، (اس مال ہتھیانے والی بات میں وہ ٹرک بھرا جہیز بھی شامل ہے جو بیٹی والے سے وصول کیا جاتا ہے)۔ خود غور کرو! کہ تمہیں کسی لڑکی والے کو دبا ہوا یا نیچا سمجھنے کا کیا حق ہے اور کیا تمہارا یہ عمل اللہ اور اسکے رسولؐ کے فرمان کی روشنی میں حرام نہیں ہے؟

اے ظالم اور بے غیرت مسلمانو! تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی، کیا خدا نے تمہیں اسی لئے بیٹے کا باپ بنایا ہے کہ کافروں کے نقشِ قدم پر چل کر جہنم کا ایندھن بننے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، تم میں کوئی غریب سے غریب لڑکے کا باپ بھی بغیر بھاری جہیز کے کسی مسلمان کی بیٹی کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے، جہاں کہیں کم جہیز ملنے کی اُمید ہوتی ہے وہاں سے تم ایسے دور ہوتے ہو جیسے کتا خالی ہڈی کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے جب کہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جہیز کی لالچ میں شادی کرنا مسلمان کیلئے قطعاً حرام ہے! تم کھلم کھلا کافروں کی طرح حرام کام کرتے ہو، لڑکی والے کی برسوں کی محنت سے جمع کی ہوئی پونجی پر جہیز کے نام سے دن دھاڑے ڈاکہ ڈالتے ہو، اور پھر کہتے ہو کہ "بیٹی والا تو نیچا ہوتا ہے"۔ ظالمو! نیچا وہ نہیں ہے بلکہ تم خود ذیل، رذیل اور بدہنجار ہو کہ اللہ کے حکم اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کو اپنے پیروں سے کچل کر غیر مسلموں جیسے عمل کر رہے ہو، تم جیسے رذیلوں کے عمل کو دیکھ کر، اسی ملک کے کچھ مقامات پر غریب اور نادار لوگوں نے اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا شروع کر دیا ہے، کیونکہ وہ غریب لوگ ٹرک بھر جہیز کی حرام رسم ادا کرنے کا انتظام نہیں کر سکتے۔ ایک بار پھر سن لو! کسی بیٹی والے کو نیچا سمجھ کر تم ایک مسلمان کی بے عزتی کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کے بھی مرتکب ہو رہے اور اگر تم نہیں جانتے تو اَب جان لو کہ اسلامی شریعت میں توہینِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سزا قتل ہے (اور تم قتل کئے جانے کے مستحق ہو)۔ موت کا کچھ پتہ نہیں کہ کس وقت آجائے، ابھی سانسوں کی رفتار جاری ہے فوراً توبہ کر کے تجدیدِ ایمان کرو اور عہد کرو کہ آئندہ کبھی اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے خلاف نہ کچھ کہو گے اور نہ کچھ کرو گے، اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان ہمیشہ نظر کے سامنے رکھو گے کہ "اِنَّ للّٰہ لَا یَنْظُرلِی اجسَادِکم وَلَا لِی صورِ کم وَلَا لِی اَموٰلکم ولکن ینظر لِی قلوبکم ولِی اعملکم" (صحیح مسلم) یعنی "اللہ تمہارے جسم تمہارے چہرے اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا، لیکن وہ تمہارے دِل اور تمہارے عمل کو اپنی مرضی کے مطابق دیکھنا چاہتا ہے"۔ (جاری)

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

www.khanqah.in

اپنے دِل کی خبر لیجئے۔4

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب۔مدظلہ العالی

اسلئے میرے بھائیو! اور میری بہنو! ساری گفتگو کا موضوع دل کو ٹھیک کرنا ہے، دل ٹھیک ہوگا تو پھر عرض کرتا ہوں، عبادات بھی درست، اخلاق بھی درست، معاملات بھی درست، معاشرت بھی درست، گھر کے اندر بھی چین وسکون، یہ دُنیا کی زندگی بھی بڑی خوشگوار گزرے گی، اور آحرت کا تو کہنا ہی کیا؟ جس کا دل اللہ تعالیٰ کو بنا ہوا مل گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ٹھیک قرار دیا بس سمجھئے کہ اس کو تو جنت مل گئی جس کا دل ٹھیک ہوگا وہ اچھی نماز پڑھے گا، وہ جی لگا کر نماز پڑھے گا وہ دھیان سے نماز پڑھے گا، ایک ایک لمحے کی قدر کرے گا، ایک ایک پیسے کا صحیح استعمال کرے گا، وہ فضول خرچی بھی نہیں کرگا، اور بخیل بھی نہیں ہوگا، وہ دروازے پر آئے ہوئے کسی سال کو واپس بھی نہیں کریگا، جس کا دل ٹھیک ہوگا اسمیں تکبر نہیں ہوگا۔ وہ جتنا اونچا جاتا چلا جائے گا اتنا ہی جھکتا چلا جائے گا، اتنا ہی خوش اخلاق اور متواضع ہوتا چلا جائے گا، غریبوں کی فکر ہوگی اسکو۔ مریضوں کی وہ فکر کریگا۔

کیونکہ بھائیو اور بہنو! آخری وقت میں بڑا خاص حملہ ہوتا ہے شیطان کا۔ سب سے سخت حملہ، ہر بندے اور بندی پر شیطان کی طرف سے مرتے وقت ہوتا ہے، ۲۴ گھنٹے پچاسوں حملے ہوتے ہیں لیکن سب سے سخت حملہ شیطان پورے لشکر اور فوج کو لے کر آتا ہے، صحیح حدیثوں میں آتا ہے اور اس آخری وقت وہ ایسے منظر دکھاتا ہے اور ایسے شکوک پیدا کرتا ہے کہ بندے کی زبان سے کسی طرح کا کلمہ نہ نکلنے پائے، اور کفر کا کوئی ایک کلمہ نکل جائے، شکوے شکایت کا کوئی بول منھ سے نکل جائے، یہ بھرپور کوشش ہوتی ہے شیطان کی۔ اب آخری وقت میں آدمی کا دماغ بھی کام نہیں کرتا، آنکھیں بھی کام نہیں کرتیں کان بھی کام نہیں کرتا۔ بارہ لوگ کلمہ پڑھ رہے ہیں بعض وقت اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، دل کے اندر کی جو کیفیت ہے بس وہ اس وقت کام آتی ہے، اگر دل بنا ہوا ہے اور اللہ کی محبت اس کے اندر رچ بسی ہے تو وہ دل کا بول زبان پر آجاتا ہے اللہ کی مدد سے۔ اسی طرح قبر میں بھی امتحان ہوگا وہ اعمال کا نہیں ہوگا، دل کی جانچ ہوگی۔ مَن ربّک؟ اس سوال کا تعلق دِل سے ہے، مَادِینُک؟ اس سوال کا تعلق دِل سے ہے اور اللہ کے رسول کی پہچان بھی دِل سے ہے۔ یہ بالکل نہیں پوچھا جائے گا کہ کتنی نمازیں چھوڑی تھیں؟ کتنی نمازیں پڑھیں تھیں؟ کتنی زکوٰۃ دی تھی؟ حج کیا تھا کہ نہیں کیا تھا؟ سچ بولتے تھے کہ نہیں بولتے تھے؟ یہ تو لمبا ریکارڈ ہے پہلے دِل کی جانچ ہوگی، اسلئے میرے بھائیو اور بہنو! اس کو ٹالنا نہیں چاہیے، مجھے اور آپ کو اپنے دِل کو ٹھیک کرنے کی بھرپور محنت کرنی پڑے گی۔ اور دل جو ٹھیک ہوتا ہے وہ اللہ کا نام لینے سے، کثرت ذکر سے، اور اللہ کے ان بندوں کی صحبت سے جن کے دل ہم سے بہتر ہوں اور جو ہم سے پہلے اپنے دِل کو ٹھیک کرنے کی محنت کرتے چلے آرہے ہوں ان کے پاس ہم بیٹھیں گے تو دِل کو دل سے راہ ہوتی ہے دل کا اثر دل پر پڑتا ہے، عجیب بات ہے، اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک مرتبہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اچھا وضو کر کے نہیں آتے کچھ وضو میں کمی رہ جاتی ہے اور وہ میرے پیچھے آکر نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے وضو کی کمی کی وجہ سے نماز میں میرے اوپر اثر پڑتا ہے، ایک مرتبہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نماز میں قرآن کی آیت میں کچھ متشابہ لگا آپ نے دو ایک مرتب دوہرایا پھر یاد آگیا۔ ٹھیک پڑھ دیا بعد میں آپ نے کہا یہ جو مجھے بھول ہوئی تھی اور متشابہ لگا تھا یہ تم میں سے کوئی شخص آیا جس نے وضو اچھا نہیں کیا تھا اسکے وضو کی کمی کا اثر میرے دِل پر پڑا۔ اب ذرا غور کریں، کائنات میں سب سے زیادہ مضبوط اور پاک دِل کس کا تھا؟ سیدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا! ان کے دِل پر بھی ایک کمزور وضو کرنے والے کا جس کے وضو میں کچھ کمی رہ گئی تھی جب اس کا اثر پڑ گیا تو میرے آپ کے دِل پر جو ہم ہزاروں لوگوں سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دِل پر دن بھر میں کیا اثر پڑتا ہوگا۔

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ جب اللہ کے راستے میں نکلتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے اور جب وہ میوات میں تین دِن تک پھرتے تھے لوگوں کے پاس جانا۔ ان کی چوپالوں میں جانا، ان کے کھیتوں میں جانا، ان کی پنچائتوں میں جانا، ان کو بلا کر لانا، ان کے ساتھ بیٹھنا، ان کے سامنے ایمان کا مذاکرہ کرنا، ان کے سامنے آخرت کا مذاکرہ کرنا، اعمال کا شوق ان کے دِل میں ڈالنا، وہ سب تین دن کے پورے عمل کے بعد آپ واپس آتے تھے تو ہمیشہ کا معمول تھا اگر واپس آنے کے بعد رائے پور جاسکتے تھے تو ہمیشہ رائے پور کی خانقاہ میں جا کر حضرت رائپوری کے یہاں جہاں سوائے دِل کو ٹھیک کرنیکے اور سوائے اللہ اللہ کرنے کے وہاں اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کا وہ داعی بندہ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک نئی زندگی دی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کچے پکے گھر میں کلمہ کی آواز پہنچانے کی شروعات کی اور جس کے ذریعے سے اللہ نے اس امت کے ایک ایک دروازے پر دستک کا وہ رواج زندہ کردیا ان سے زیادہ پاک دِل کس کا رہا ہوگا، لیکن وہ بھی تین دن کی جماعت میں جانے کے بعد حضرت رائپوری کی خانقاہ میں آکر اپنے دل کی صفائی کرنا اپنے لئے ضروری قرار دیتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم اللہ کے بندوں کے ساتھ ملیں جلیں گے دین کیلئے بھی تب بھی ہم کو اپنے دِل کو گندگی سے بچانے کی فکر کرنی ہوگی اور یہ جو ہم کو اپنی روزی روٹی کیلئے روزانہ ہزاروں لاکھوں کافروں اور فاسقوں سے رابطہ کرنا پڑتا ہے ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا پڑتا ہے تو کیا ہمارا دِل صاف رہتا ہوگا، طرح طرح کے لوگوں سے ملنے کا اثر ہمارے دل پر نہ پڑتا ہوگا؟ میر بھائیو اور بہنو! دل بدلتا ہے اللہ والوں کی صحبت سے اور کثرت ذکر سے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے، ذکر کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے۔ دِل کو دِل سے راہ ہوتی ہے اب کیا جب بُرے لوگوں کا اثر ہمارے دِل پر پڑتا ہے تو اچھے لوگوں کا اثر دل پر نہیں پڑے گا۔ اسلئے ہم سب کو اپنے دل کے بنانے کی محنت کرنی پڑے گی۔

گناہوں سے بچنے کیلئے لازم ہے کہ غفلت ہمارے دِلوں میں نہ رہے، یاد کی کیفیت رہے، اور یاد کی کیفیت پیدا کرنے کیلئے سیکھ کر اللہ کو یاد کرنا، اللہ کا ذکر کرنا یہ ضروری ہے مردوں کیلئے بھی عورتوں کیلئے بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات میں خیر و برکت ڈالے اور ہمارے آپ کے دلوں کو ٹھیک کرے۔ ہم کو اپنے دِل کو درست کرنے کی فکر عطا فرمادے۔ ☆

آپ کس راستے پر چلنا پسند کریں گے؟

- 3 -

شیخ علی طنطاوی۔رحمۃ اللہ علیہ

اس صورت میس اس پر شیطانی کیفیت غالب آجائے گی۔ اور اگر اس کا غصہ بھڑک اٹھے، اعصاب تن جائیں، خون میں جوش آجائے جسم کے اعضاء اکڑ جائیں اور اس کی آرزد اس وقت صرف یہ رہ جائے کہ اپنے دشمن کو دیوچ کر چیر پھاڑ ڈالے، اسے دانتوں سے کاٹے اور ناخنوں سے نوچ کھسوٹے، اس کی گردن میں اپنی انگلیاں پیومت کرکے گلا گھونٹ دے اور اچھی طرح روزے کچلے تو ایسی حالت میں اس پر وحشت اور حیوانیت کی صفت غالب آچکی ہوگی اس میں اور چیتے و تیندوے میں کچھ زیادہ فرق نہ رہ جائے گا، یا اگر بھوک اور پیاس کی شدت سے تنگ آکر اس کی خواہش اور آرازو صرف یہ رہ جائے کہ ایک روٹی مل جائے جس سے وہ اپنا پیٹ بھر سکے یا پانی کا ایک گلاس مل جائے جس سے اپنی پیاس بجھائے تو ایسی صورت میں اس پر جانوروں کی کیفیت غالب ہوگی اور وہ گھوڑے بکری یا کسی بھی اور جانور کی مانند ہوجائے گی۔ یہ ہے انسان کی حقیقت۔ اس میں خیر کی صلاحیت بھی ہے اور شر کی ادستعداد بھی۔ اللہ نے اس کو دونوں جہبتیں عطا فرمائی ہیں اور اس کے ساتھ اسے عقل بھی دی ہے جس کے ذریعہ سے یہ خیر وشر میں فرق وتمیز کرتا ہے اور قوتِ ارادہ بھی عطا فرمائی ہے جس کی مدد سے یہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر قادر ہے۔

اب اگر انسان اپنی عقل کا بہتر استعمال کرتا ہے اور ارادے کو درست طور پر برتتا ہے، اس کی نیکی اور بھلائی کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور اخلاقِ حسنہ کی تکمیل ہو جاتی ہے تو یہ آخرت میں خوش بخت ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ اور اگر اس کے برعکس کیفیت ہے تو بد بخت ہوگا اور عذاب پائے گا۔ یہ بالکل درست ہے کہ انسانی طبیعت آزادی پسند واقع ہوئی ہے اور مذہب اس پر پابندیاں عاید کرتا ہے، لیکن اگر یہ پابندی نہ ہوتی اور انسان کو اس کی طبعِ آزاد کے مطابق کھل کھیلنے اور ہر بُرا کام کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو یہ ایسے ایسے کارنامے انجام دیتا ہے کہ انسانی معاشرہ ایک بہت بڑا پاگل خانہ بن کر رہ جاتا۔ اسلئے کہ آزادی مطلق تو صرف دیوانوں کیلئے ہے اور اگر دیوانے کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر وہ کام کر گزرے جو اس کا دل چاہے، بازاروں میں ننگا پھرے یا کسی بس ڈرائیوں کے کندھوں پر سوار ہوجائے۔ اگر اس کو آپ کا لباس پسند آگیا تو آپ کا لباس اتروالے گا۔ یا اگر کسی کرلڑ کی پسند آگئی تو وہ مذہب کا بتایا ہوا قانونی طریقہ اختیار کئے بغیر چھیننے کی کوشش کرے گا۔ پابندی کے بغیر آزادی صرف دیوانے کی آزادی ہے کس کے پاس عقل ہے اسے عقل ایسی آزادی سے روکتی ہے۔ عقل ہے۔ عقل بھی تو ایک قید ہے لفظ ''عقل'' حکمت ''حکمتہ الدابتہ (چوپائے کو لگام دینا) سے مشق ہے۔ یہ بھی بندش ہے۔ اور تہذیب کیا ہے؟ یہ بھی تو پابندی ہے۔ تہذیب آپ کو جو جی چاہے کرنے کی اجازت نہیں دیتی، بلکہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کو ضروری قرار دیتی ہے اور مروّجہ طور طریقوں کے مطابق چلن اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسی طرح ''عدل'' بھی پابندی ہے۔ یہ بھی آپ کی آزادی کی ایک حد مقرر کرتا ہے یعنی وہ مقام جہاں سے آپ کے ہمسایہ کی آزادی شروع ہوتی ہے۔ پھر یہ ایک وقعہ ہے کہ گناہ کسی قسم کا ہو انسان کو پرلطف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ نفس انسانی کے مزاج یعنی اس کی آزادروی سے مطابقت رکھتا ہے۔ آپ دوسرے کی غیبت سننے اور غیبت میں شرکت کو دلچسپ محسوس کرتے ہیں۔ اسلئے کہ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ اس شخص سے جسکی برائی کی جارہی بہتر اور افضل ہیں۔ چوری میں مزا ملتا ہے، اسلئے کہ اس کے ذریعے سے انسان کو بغیر محنت ومشقت کے مال مل جاتا ہے۔ زِنا میں لذت ہے، اسلئے کہ اس میں انسان کی نفسانی خوہشات پورا ہونے کا سامان ہے۔ امتحان میں ناجائز ذرائع کا استعمال بھلا لگتا ہے، اسلئے کہ اس طرح محنت کے بغیر کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ اسی طرح ذمہ داریوں سے گریز اور فرائض منصبی ادا نہ کرنا بھی انسان کو بہت مرغوب ہے۔ اسلئے کہ اس طرح آرام ملتا ہے کام نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن اگر انسان غور وفکر سے کام لے تو یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ وقتی آزادی جہنم کی طویل قید کے مقابلے میں بہت حقیر وبیسیر ہے اور یہ ناجائز لذتیں آخرت میں ملنے والے شدید عذاب کی قیمت پر بہت بے حقیقت ہیں۔ ذرا اس مثال پر غور کیجئے کہ اگر کسی شخص سے باقاعدہ قانونی دستاویز پر صرف ایک سال کیلئے یہ معاہدہ طے کیا جائے ایک سال تک جتنا مال وہ چاہے اسے ملتا رہے گا، جس شہر کے جس عالی شان محل میں رہنا چاہے رہ سکے گا، جس عورت کو پسند کرے اس سے اس کی شادی کردی جائے گی، بلکہ دو تین چار جتنی عورتوں سے چاہے حتیٰ کہ اگر وہ روزانہ ایک کو طلاق دے کر دوسری سے بیاہ رچانا چاہے تو اسے اسکی بھی اجازت ہوگی۔ اسکے بدلے میں ایک سال کے بعد اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ کیا وہ اس معاہدے کیلئے تیار ہوجائے گا؟ کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ میں ایک سال کے اس لُطف وعیش پر جس کا انجام یقینی موت ہے، لعنت بھیجتا ہوں؟ کیا وہ اس موقع پر عالمِ تصور میں خود کو سولی پر لٹکا ہو نہ دیکھے گا؟ اور محسوس نہ کرے گا کہ اس کی موت واقع ہوگئی؟ اور اب اس کیلئے کچھ باقی نہیں رہا۔ پھر یہ سولی کی تکلیف تو صرف چند سیکنڈ کی ہے اور آخرت کا عذاب تو نہ ختم ہونے والے زمانوں پر محیط ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہ کیا ہو اور اس کی لذت کو محسوس نہ کیا ہو۔ کم از کم یہ تو ضرور ہوا ہوگا کہ اس نے ایک آدھ بار صبح کی نماز کیلئے جانے کے مقابلے میں بستر کے لطف راحت کو ترجیح دی ہوگی آپ بتائیں کہ وہ لذت کہاں گئی جو آج سے دس سال پہلے کسی گناہ میں ہم نے محسوس کی تھی؟ اس میں سے آج کیا باقی ہے۔ اسی طرح کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی کسی فرض کی بجا آوری کے لئے خود کو مجبور نہ کیا ہو اور اس سلسلے میں تکلیف نہ اٹھائی ہو۔ کم از کم رمضان میں روزے کو وجہ سے بھوک اور پیاس کی تکلیف تو ضرور محسوس کی ہوگی۔

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

20 ستمبر 2013ء جمعۃ المبارک

نُصرت کی چابی۔ سنّت کے مطابق وضع قطع

ایک خاص بات کی طرف توجہ لانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس سے بڑا کوئی معبود نہیں، وہ ہمارا آقا ہے حاکم ہے اور تمام حاکموں کا حاکم ہے۔ بلکہ بادشاہوں کا بادشاہ اور مالک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارا آقا حاکم و مالک ہیں تو ہم اس کے غلام و محکوم و مملوک ہیں۔ سو جس طرح ہر محکمہ کی وردی، وضع ولباس مقرر ہوتا ہے۔ جس سے دوسروں سے نمایاں فرق ہوجاتا ہے۔ دیکھئے سپاہی اور ڈاکخانے کے ملازم کو ہر شخص دور سے پہچان لیتا ہے۔ ڈاکیئے کو آتے ہی دیکھ کر ہر شخص اس کی طرف جلد متوجہ ہوتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر روپیہ دے گا تو خط کے ملنے کی اُمید ہے اور سپاہی کو دیکھ کر ہر شخص خائف ہوتا ہے کہ خدا خیر کرے اور یہ چاہتا ہے کہ میری طرف متوجہ نہ ہو، یہ سب لباس وضع کا اثر ہے۔ اگر کوئی ملازم اپنے عملہ کا لباس اختیار نہ کرے اور کام انجام دے تو مجرم قرار پا کر معطل کر دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں یعنی مسلمانوں کے لئے ایک وضع لباس مقرر کیا ہے اس کے اختیار کرنے سے دوسروں پر رعب وہیبت بیٹھتی ہے اس وضع لباس کے ترک کرنے سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض وناپسندیدہ ہوجاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رعب وداب ختم ہوجاتا ہے اور دوسرے اس کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ لہٰذا شرعی وضع ولباس کی پابندی صرف ہمارے ہی ذمے ضروری نہیں بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کا پابند کرنا ضروری ہے۔ شرعی وضع ولباس کے متعلق چند ضروری باتیں اپنے گھروں کے لوگوں کو بتلادیں تا کہ بچوں کو شروع ہی سے اسلامی وضع ولباس کا پابند بنادیں۔

۱) ٹخنہ ڈھانکنا مردوں کے لئے منع ہے۔ لہٰذا پائجامہ ولنگی میں اس کا خیال رکھیں۔ ۲) گھٹنے کھولنا بھی منع ہے۔ لہٰذا اس سے اونچا کپڑا نہ استعمال کریں۔ ۳) کوئی ایسا لباس وضع نہ ہو جو کفار یا فساق کے ساتھ خاص ہو۔ یعنی اس کے استعمال کرنے سے لوگ یہ سمجھیں کہ فلاں گروہ کا لباس یا وضع بنائی ہے جیسے انگریزی بال رکھنا، ہیٹ لگانا، کوٹ پتلون پہننا، کرسی پر کھانا کھانا، ڈاڑھی کتروانا جب ایک مشت سے کم ہو یا ڈاڑھی بالکل نہ رکھنا، یہ سب باتیں ایسی ہیں جس سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے۔ جس طرح ایک سپاہی کی بھلائی وترقی کے لئے ضروری ہے کہ اپنی غلطی کی معافی چاہے اور اپنی وردی کی پابندی کرے اسی طرح ہر مسلمان کی فلاح اور کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ غلطی سے توبہ کر کے اپنی وضع ولباس کو دُرست کرے اور آئندہ کے لئے اسلامی وضع کو اختیار کرے اور یہ سوچے کہ اپنی مسلمان بہن کا دوپٹہ اوڑھنا تم کو کس قدر گراں ہوتا ہے سو اپنی مسلمان بہن کی مشابہت سے اس قدر نفرت اور بددین اور باغی لوگوں کے وضع ولباس سے ذرا سی گرانی نہ ہو یہ کیا بات ہے اگر ہماری حالت ایسی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ دل میں صحیح حس نہیں رہی اور دل بیمار ہو گیا ہے جیسے غلیظ کی بدبو محسوس نہ ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا دماغ بیمار ہے اس کے لئے علاج کی ضرورت ہے۔ جو یہ ہے کہ کسی دیندار اللہ والے کے پاس جا کر بیٹھیں اور اس کی باتیں سنیں جماعت سے نماز پڑھیں، مسجد میں کتاب سُنائی جاتی ہے تو اس کو سنیں اس سے ہمارے دل کے اندر تندرستی پیدا ہوگی اور بُری باتیوں سے نفرت ہونے لگے گی۔

جواھر القرآن

سورۃ الّیل قسط: 6 (آیت 5 تا 9)

دوسری صفت فرمائی ''اور جس نے بے پروائی اختیار کی'' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی، اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پرواہ نہ کی، اسلام اور آخرت کی نعمتوں سے بے پرواہی کی اور گناہوں اور بُرے کاموں کو بے پرواہو کر عمل میں لایا۔ تیسری صفت فرمائی ''اور اچھی بات کو جھٹلایا'' یعنی اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹا جانا، اس طرح نہ وہ توحید کا قائل ہوا نہ رسالت محمدی کی تصدیق کی۔ نہ صفات حمیدہ کا طالب ہوا نہ دار آخرت اور وہاں کی جزاوسزا کو سچ مانا، گویا جو تعلیمات وہدایات اللہ کے رسول نے دیں ان کو جھٹلاتا رہا، تو جس میں یہ تینوں صفات ہوں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ اس کا ایمان درست ہوگا اور نہ عمل ٹھیک ہوگا۔ نہ بندوں کے حقوق پہنچانے گا اور نہ ادا کرے گا نہ خدا کے حقوق۔ اس کا دِل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی۔ ایسے شخص کیلئے ''فسنیسرہ للیُسریٰ'' فرمایا یعنی ہر عمل بدخواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی کی جگہ یعنی جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا یعنی ایسا شخص جس میں مذکورہ تینوں صفات ہوں جب برباد وہلاک ہو کر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائیگا تو اس وقت اسکا مال اسکے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور جس مال دولت پر گھمنڈ کر کے آخرت کی طرف سے بے پرواہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

''واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلادینا ہے اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دُنیا۔ تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں، اس میں وہ ہی بدبخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی، اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیز گار ہے، جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہوجاوے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو، اور یہ شخص عنقریب خوش ہوجاوے گا۔

گذشتہ آیات میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کے لحاظ سے دو اشخاص یا دو گروہ کا ذکر ہوا تھا اور ہر ایک کی تین صفات بیان فرمائی گئی تھیں، اس طرح سعادت وشقاوت کے دو راستہ ظاہر فرمائے گئے تھے، اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت ورحمت کا ذکر فرما رہے ہیں، اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے بندوں کی رہنمائی کرنا اپنے ذمہ لیا ہے'' اور اسی غرض سے ان کو حواس خمسہ ظاہری وباطنی عطا کئے ہیں، عقل وادراک دیا ہے کہ ان سے نیک وبد میں امتیاز کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جن میں اچھائی وبرائی ہدایت وضلالت، راستی وکجی، نیک وبد کو صاف صاف بیان فرمادیا۔ (۴۴/ ۴۰۸)

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

شادی کرنے اور سواری خریدنے والے کی دُعاء

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص شادی کرے یا خادمہ (لونڈی) خریدے تو اُسے یہ دُعا کرنی چاہیے۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَمَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ'' (ابوداؤد حدیث: ۲۱۶۰، ابن ماجہ حدیث: ۱۹۱۸)

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جس پر پیدا کیا تو نے اس کو اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس پر تو نے اُسے پیدا کیا۔

بیوی کے پاس آنے سے پہلے کی دُعاء

''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا''

اللہ کے نام کے ساتھ الٰہی! ہمیں بچا شیطان (مردود) سے اور بچا شیطان سے (اس اولاد کو بھی) جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ (بخاری حدیث: ۶۳۸۸، مسلم حدیث: ۱۴۳۴)

غصہ آجانے کے وقت کی دُعاء

''اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' (میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطانِ مردود سے)

مصیبت زدہ کو دیکھنے کے وقت کی دُعاء

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا''

ہر قسم کی تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے اس چیز سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا ہے اور فضیلت عطا فرمائی ہے مجھے بہت سوں پر اپنی مخلوق میں سے فضیلت عطا فرما۔

www.khanqah.in

علم نحو سیکھئے۔31

سوال: فاعل کسے کہتے ہیں؟

جواب: فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اور اس کی فاعل کی طرف اسناد اس طریقے کی جاتی ہو کہ وہ اسی کے ساتھ قائم ہو، جیسے قامَ عَمرٌو میں عَمرٌو فاعل ہے کیونکہ اس سے پہلے قامَ فعل کی اس کی طرف اسناد کی جاتی ہے۔ (ہدایت النحو)

سوال: فاعل سے ماقبل فعل کیوں واجب ہے؟

جواب: فاعل سے ماقبل فعل اس وجہ سے واجب ہے کہ فاعل اور مبتداء میں التباس واقع نہ ہو کیونکہ جب اس سے پہلے فعل ہو تو دیکھنے والا سمجھ جائے گا کہ فاعل ہے۔

سوال: فعل کیلئے فاعل کیوں ضروری ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل ایک عرض ہے اور عرض کیلئے معروض چاہیے اور معروض فاعل ہے۔

سوال: فاعل مرفوع کیوں ہوتا ہے؟

جواب: فاعل کلام میں عمدہ ہے کیونکہ خبر فاعل ہے، اور اعراب میں رفع عمدہ ہے لہٰذا عمدہ کو عمدہ دے دیا گیا اس مذکورہ بنا پر فاعل مرفوع ہوتا ہے۔ (حاشیہ ہدایت النحو)

سوال: فاعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: فاعل کی دو قسمیں ہیں۔(۱) فاعل اسم ظاہر وہ فاعل ہے جو ضمیر نہ ہو لفظوں میں موجود (ظاہر) ہو جیسے ضَرَبَ بَکرٌ

(۲) فاعل اسم مضمر وہ ہے جو ضمیر ہو اور زبان سے اس کا تلفظ نہ ہو، جیسے ضَرَبَ میں ھُوَ

سوال: فاعل اسم ظاہر اور اسم مضمر کی علامت بتایئے؟

جواب: فاعل اسم ظاہر کی علامت یہ ہے کہ فعل کی نسبت فاعل کی طرف نام لے کر کی گئی ہو۔ جیسے جَلَسَ مَاجِدٌ میں ماجد

فاعل اسم مضمر کی علامت یہ ہے کہ فعل کی نسبت فاعل کی طرف فاعل کا نام لے کر نہ کی گئی ہو جیسے ضَرَبَ میں ھُوَ

سوال: فاعل اسم مضمر کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: فاعل اسم مضمر کی دو قسمیں ہیں۔(۱) فاعل اسم مضمر بارز وہ ہے۔ کہ فاعل کی ضمیر پر علامت لفظوں میں موجود ہو، جیسے فَعَلْتَ میں تَ ہے۔

(۲) فاعل اسم مضمر مستتر وہ ہے کہ وہ فاعل کی ضمیر پر علامت لفظوں میں موجود نہ ہو، جیسے فَعَلَ۔

سوال: فاعل کے احکام بیان کیجئے؟

جواب: فاعل کے چند احکام ہیں: (۱) فاعل مرفوع ہوتا ہے کبھی کبھی لفظاً مجرور اور محلاً مرفوع ہوتا ہے، جیسے یَسُرُّنِیْ اِخْرَاجُ الغنی الزکاۃ میں الغنی مضاف الیہ مجرور ہے، اور مصدر اخراج کا فاعل ہے۔

(۲) فاعل کا وجود ظاہر یا مستتر ہو کیونکہ یہ جملہ کا جزء اہم ہے۔

(۳) فاعل کا عامل سے موخر ہونا ضروری ہے۔

(۴) فاعل اسم ظاہر مفرد تثنیہ یا جمع ہو تو اس کے عامل کی علامت تثنیہ اور جمع سے خالی ہونا ضروری ہے۔(۵) فاعل کا عامل مضمر کبھی جوازاً اور وجوباً ہوتا ہے۔

(۶) فاعل کے عامل پر علامتِ علامتِ تثنیہ کا ہونا فاعل کے تانیث ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (۷) فاعل پر مفعول کبھی مقدم ہوتا ہے۔

(۸) فاعل میں تعدد نہیں ہوتا۔ (۹) فاعل صیغہ صفت کے بعد ہو اور مبتدا بنے تو خبر سے بے نیاز ہوگا۔ (النحو الوافی: صفحہ ۲۔۶۴)

SAMEER & CO

Deals with:

PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC

ایک بار آزمایئے، بار بار تشریف لایئے

H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD

Contact No's 9419040053

الحاد اور لادینیت کے سیلِ رواں

کو کیسے روکا جائے؟- 5

اسی خوفناک سازش کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں تقریباً ۱۶ رفیصد لوگ اور وہ بھی جدید تعلیم یافتہ اپنے آپ کو برملا ملحد کہنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے اور جو لوگ صرف برائے نام مذہب سے منسلک ہیں؛ وہ ملحدین تو اس سے مستثنیٰ ہے۔

وان کا ن مکرھم لتزول منہ الجبال

مغرب میں رومیوں نے دینِ مبین کا حلیہ بگاڑا، جس کے نتیجہ میں غالی اور دنیا دار عیسائی راہبوں نے مذہب کو چیستاں بنا دیا؛ رہبانیت کے نام پر مذہبِ مسیح کو غلاظتوں اور ریاضتوں سے تعبیر کر دیا؛ جس سے لوگ مذہب سے ڈرنے لگے۔ اس کے بعد عقل دشمن کلیسا نے پہلے کتبِ مقدسہ میں تحریف کی اور سائنس دانوں کو وحشیانہ سزائیں دیں؛ جس کی وجہ سے عقل اور مذہبِ مسیح میں دشمنی ٹھن گئی، اور سائنسی علوم نے مذہبی تعلیمات کی تغلیط شروع کر دی۔

عیسائیت چونکہ انحراف کا شکار ہو چکا تھا، اور اس کی صحیح تعلیمات بالکل مسخ ہو چکی تھی؛ بلکہ کلی نہیں تو اکثری طور پر وثنیت کی صورت اختیار کر چکا تھا؛ لہٰذا وہ سائنس کے سامنے نہیں ٹک سکا؛ کیوں کہ اس کے عقائد چیستاں سے زیادہ پیچیدہ ہو گئے تھے، اور آج بھی ہے؛ جو عقلی بیداری کی تحریک کا مقابلہ نہ کر سکا، اور اس طرح عقلیت کے بعد دوسرے مرحلہ میں مغرب، مذہب بے زاری کی تحریک سے دوچار ہو گیا؛ بس پھر کیا تھا! کلاسکی افکار کا سیلاب اٹھتا ہے؛ جو رہے سہے مذہبی اقدار اور اخلاقیات کو بھی اپنے رو میں بہا لیجاتا ہے۔ عقلیت کی زیر اثر مدرسیت کی تحریک برپا ہوئی جس کا مقصد ارسطوئی منطق، اور جدید فلسفہ کی بنیاد، آرتھوڈوکس عیسائی افکار کی حقانیت؛ کو ثابت کرنا تھا۔ اسی تحریک کے نتیجہ میں ہیبرس بولوگنا آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کا آغاز ہوا۔

اس کے بعد ہیومنزم کی تحریک برپا ہوئی۔ یہ چند بے دین اور مذہب بے زار فلاسفہ کی تحریک تھی؛ جس کا مقصد انسان کی عظمت کا ثبوت، اور انسانی عقل وشعور کو (اللہ کے دیے مقام سے زیادہ اونچے مقام) پر فائز کرنا تھا؛ اسی تحریک نے مذہبی مسیحی نظریات کی زنجیروں کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔

رومن کیتھولک پادریوں کی دولت پرستی، رومن اور کلیسا کے مذہبی جبر کے خلاف مارٹن لوتھر نے تحریک اصلاحِ دین شروع کی؛ جس کا مقصد الہامی متون کی تشریح کا حق ہر شخص کو ہے، نہ کہ محض کلیسا کو؛ یعنی ہر شخص کو اجتہاد کے مرتبے پر بٹھا دیا گیا؛ اور لوتھر نے یہ دعویٰ کیا کہ دینی معاملات میں پوپ کا مکمل اقتدار غلط ہے، اور ہر انسان انجیل سے براہِ راست ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اصل میں اس کے پیچھے بھی عقلیت اور ہیومنزم کے اثرات کارفرما تھے۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں انقلابِ فرانس میں بظاہر تو بادشاہت کا خاتمہ کر کے جمہوری حکومت قائم کی گئی؛ مگر اس انقلاب کے پیچھے جمہوریت، آزادی اور مساوات کے اصول کارفرما تھے۔

انیسویں صدی میں زور وشور سے برپا ہونے والی تحریک، جدیدیت ہے۔ جدیدیت کے آغاز میں یہ جذبہ کارفرما تھا؛ کہ مسیحی عقائد کو سائنس اور عقل سے ہم آہنگ کیا جائے: یعنی ابھی مذہب سے محبت کی چنگاری خاکستر میں دبی ہوئی تھی؛ لیکن بعد میں سائنس کی اجارہ داری قائم ہو گئی، اور یہ نظریہ تسلیم کر لیا گیا کہ حقائق کی دریافت کے لیے کسی اور سرچشمہ کی نہ کوئی ضرورت ہے، اور نہ کہیں اس کا وجود ہے۔ صرف وہی حقائق قابلِ اعتبار ہیں؛ جو عقل، تجربے اور مشاہدے کی کسوٹی پر پورے اتریں۔ جدیدیت کے حامی فلسفیوں نے مابعد الطبیعیات اور مذہبی مزعومات کو اسی لیے رد کر دیا کہ وہ ان کسوٹیوں پر پورے نہیں اترتے۔

جدیدیت کی تحریک نے قوم پرستی، افادیت پرستی، نسائیت، انسان کی کامل آزادی، مذہب کا رد وغیرہ کے نظریات کو عام کیا۔ چنانچہ بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں مغرب نے آزادی، جمہوریت، مساواتِ مرد وزن، سائنسی طرزِ فکر؛ اور سیکولرزم وغیرہ جیسی قدروں کو دنیا میں عام کرنے کے لیے بے دریغ وسائل استعمال کیے۔ (مابعد جدیدیت اور اسلام ص ۴۷)

الحاد کو سیکولر تعلیم کے ذریعہ عام کیا گیا: سیکولر تعلیم کے ذریعہ الحاد کو خوب فروغ دیا گیا؛ لہٰذا سب سے پہلے سیکولرزم کی حقیقت سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

سیکولرازم کا لفظ ڈکشنری میں: سیکولرازم ایک لحاظ سے ایک جدید لفظ ہے، اور صحیح طور پر لفظ RELIGION (مذہب) کی ضد (ANTONYM) ہے، ایک ڈکشنری میں سیکولرازم کا مطلب عوام کے ذہن سے مذہب کی گرفت کو کم کرنا ہے؛ گویا ایسے طور طریقے اختیار کرنا جس سے عوام الناس کے دلوں سے مذہب کی اہمیت اور گرفت ختم ہوتی چلی جائے۔

سیکولرازم انگریزی زبان کا لفظ ہے؛ جو دو الفاظ کا مرکب ہے، ایک SECULAR (سیکولر) اور دوسرا ISM (ازم) آکسفورڈ ڈکشنری میں SECULAR کے معنی ہیں "WORLDLY NOT SPIRITUAL" (دیناوی یعنی روحانی نہ ہونا) "NOT RELATED TO RELIGION" (مذہب سے متعلق نہ ہونا) اس کے برعکس SECULARISM کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری 1995 کے ایڈیشن میں کچھ یوں ہے: " BELIEF THAT LAW & EDUCATION SHOULD BE BASED ON FACTS & SCIENCE ETC, RATHER THAN RELIGION" ''یہ ماننا کہ قوانین اور تعلیم کی بنیاد مذہب کے بجائے حقائق اور سائنس پر ہونی چاہئے'' یہی وجہ ہے کہ مغرب نے 1960ء کی دہائی سے بالارادہ کوشش کر کے اپنے نظامِ تعلیم سے فارغ ہونے والے طلباء کے ذہنوں میں کوئی اخلاقی قدریں (MORAL VALUES) یا ضمیر (CONSCIENCE) نام کی کوئی چیز نہ ہو؛ بلکہ وہ بے ضمیر ہوں، اور ان کے اندر کا انسان مر چکا ہو؛ ایسے ہی انسانوں کو قرآن ''حیوانِ محض'' کہتا ہے اور مغربی نظام ہائے تعلیم سے دو نسلیں تیار ہو کر عملی زندگی میں اپنے عہدے سنبھال چکی ہے اور اب تیسری نسل بھی عملی زندگی میں قدم رکھ رہی ہے۔ (جاری)

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: کیا شوہر اپنی مردہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟

عبدالرشید۔ بوگام کولگام

جواب:۔ وباللہ التوفیق۔۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیاری صاجزادی ہے ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں مدینہ طیبہ آنے کے بعد وہ بیمار ہوئیں اسی دوران غزوۂ بدر پیش آیا، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بنفسِ نفیس غزوہ میں تشریف لے گئے حضرت عثمان کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کیلئے مدینہ میں ہی قیام کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا ''ان لک اجر رجل ممن شہد بدراً'' (بخاری شریف جلد ۱/ ۵۲۳، مناقب عثمان) یعنی اب عثمان آپ کیلئے (جہاد میں عدم شرکت کے باوجود حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کی وجہ سے) جہاد میں شریک ہونے والے مجاہدین کے برابر ثواب ہے اور مال غنیمت میں بھی حصّہ ملے گا گویا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بدر میں جہاد میں مصروف تھے، اسی دوران ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، ان کے کفن دفن کا انتظام حضرت عثمانؓ نے کیا، جب آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فتح و کامرانی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے تو اپنی لختِ جگر حضرت رقیہؓ کی وفات کی خبر سن کر نہایت مغموم تھے چونکہ جہاد میں مصروفیت کی وجہ سے ان کے آخری لمحات اور جنازہ یا کفن دفن میں شمولیت نہ فرما سکے اسلئے ان کی قبر پر جا کر ان کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی، سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے لیکن کوئی ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ حضرت عثمان نے ان کو غسل دیا ہو یا آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے واپسی پر حضرت عثمانؓ سے باز پرس کی ہو کہ اپنی زوجہ کو غسل نہ دیکر کیوں فضیلت سے محروم رہے۔

حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا: آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ کو خطاب کرکے فرمایا اے عثمانؓ یہ حضرت جبرئیل ہیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی بیٹی ام کلثومؓ کو آپ کے نکاح میں دوں۔ (اسد الغابہ تذکرہ ام کلثوم)

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ماہِ ربیع الاوّل ۳ھ میں حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کا لقب اسی لئے تجویز ہوا کہ ان کو یہ شرف و فضیلت حاصل ہے، انہوں نے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دو مبارک دختروں کے ساتھ یکے بعد دیگرے نکاح کیا، ماہِ شعبان ۹ھ میں ان کا انتقال ہوا ان کے غسل میں حضرت صفیہؓ اسماء بنت عمیس، لیلی بنت تانف اور ام عطیہ شامل تھیں، علامہ ابن عبدالسیر نے لکھا ''بانہا کانت غاسلۃ المیتات'' یعنی حضرت ام عطیہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں انہوں نے حضرت زینب کے غسل میں بھی شرکت کی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں ''یمکن الجمع بان تکون حضرتہما جمیعاً'' فتح الباری شرح بخاری) یعنی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام عطیہ حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوئی ہوں۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاجزادی حضرت ام کلثومؓ کو غسل دینے میں میں بھی شریک تھی اور حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین یا پانچ یا سات مرتبہ غسل دلائیں اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں ان کے بعد مجھے مطلع کریں پس ہم نے اسی طرح کیا اور آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں اطلاع کی تو آپ نے ہمیں کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑائے کہ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیص پھر ایک اوڑھنی اور اسکے بعد ایک چادر پھر ایک بڑی چادر جس میں تمام جسم کو لپیٹ دیا گیا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے۔ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس یہ کپڑے تھے جو آپ نے ایک ایک کرکے ہمیں پکڑائے، اور آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق ان کو استعمال میں لایا گیا اور حضرت ام کلثومؓ کی کفن پوشی کا کام سرانجام پایا۔ پوری تفصیل کیلئے دیکھئے بناتِ اربعہ از مولانا محمد نافع صاحب۔ غسل و کفن کے بعد خود

مُردہ بیوی کو غسل دینے کا حکم - 2

مفتی مظفر حسین صاحب۔ دار العلوم سوپور

آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (سیرۃ النبی جلد ۲) جب ان کو قبر میں رکھا گیا تو آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم رو رہے تھے، مبارک آنسو فرطِ غم کی وجہ سے جاری تھے۔ (مشکوٰۃ جلد ۱/ ۴۹) حضرت عثمانؓ غمزدہ پریشان خاطر تھے، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ کی تسلی و تسکین کے خاطر ارشاد فرمایا ''لو کان عشر اُزوجتہن عثمان'' (طبقاتِ ابن سعد) یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کا نکاح عثمانؓ سے کرتا۔ حضرت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاجزادی حضرت ام کلثومؓ کے انتقال کے بعد انکا غسل جنازہ کفن دفن کے تمام مراحل آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگرانی اور حضرت عثمانؓ پاک باز شوہر کی موجودگی میں طے پائے لیکن نہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورتوں کو ہٹا کر حضرت عثمانؓ کو اپنی زوجہ کے غسل کا حکم دیا اور نہ ہی حضرت عثمانؓ نے اسکا ارادہ کرکے لوگوں کو ایک نئے مسئلہ سے روشناس کرانے کی کوشش کی۔ یہ پانچ واقعات آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی میں ان کے گھر کے افراد کے پیش آئے، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دو بیویوں کی وفات آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی موجودگی میں ہوئی لیکن آپ نے انکو خود غسل دے کر لوگوں کو اپنی بیویوں کے غسل دینے کی تلقین نہ کی، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تین صاجزادیوں کا ان کے پاک باز شوہروں کی موجودگی میں انتقال ہوا لیکن ان میں سے کسی نے اس کو سعادت سمجھ کر یہ کوشش نہ کی کہ عورتوں کو ہٹا کر ان کو خود نہلائیں۔ غرض آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک زندگی کا کوئی ایک واقعہ بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے کہ کسی شوہر نے اپنی زوجہ کو خود غسل دیا ہو۔

آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہؓ سے کیا فرمایا تھا؟

بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ (شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے) جو حدیث کی مختلف کتابوں میں ذکر ہے۔ ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مزار بقیع سے واپس تشریف لے آئے، تو مجھ کو اس حالت میں پایا کہ میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر (درد کے مارے) پھٹا جا رہا ہے، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے کہا اے عائشہؓ میرے سر میں بھی درد ہے اور میرا سر بھی درد کی وجہ سے پھٹا جا رہا ہے پھر کہا اے عائشہؓ تجھے کیا فکر ہے اگر تو مجھ سے پہلے مر گئی تو میں تیری نگرانی کروں گا، تجھے غسل کفن دوں گا اور جنازہ بھی پڑھاؤں گا اور دفن بھی کروں گا۔ اس حدیث کے بارے میں چار باتیں یاد رکھیں (۱) یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، (۲) اسکے آخری الفاظ بخاری میں نہیں ہیں (۳) اس سے مراد خود غسل و کفن دینا مراد نہیں ہے بلکہ انتظام اور نگرانی مراد ہے (۴) یہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت ہے۔

امر اوّل: (۱) اس میں فغسلتکِ ہے یعنی میں آپ کو غسل دوں گا یہ زیادتی محفوظ نہیں ہے۔ ''آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمانا کہ میں تجھ کو غسل دوں گا، محفوظ نہیں ہے'' (آثار السنن ۲/ ۱۷) (۲) اس سند میں محمد بن اسحٰق ہے وہ مدلّس ہے (یہ راوی میں ایک قسم کا عیب ہے جو روایت کی صحت کو متاثر کرتا ہے) اور معنعن نقل کرتا ہے اور تنہا غسل دینے کے الفاظ نقل کرتا ہے جبکہ اس سے زیادہ معتبر لوگ ان غسل دینے والے الفاظ کو نقل نہیں کرتے ہیں، محمد بن اسحٰق کی اس قسم کی روایات قابل استدلال نہیں ہوتی ہیں کیوں کہ یہ انتہاء درجہ ضعیف روایت ہے۔ قال النووی فیہ محمد بن اسحق ہو مدلس وقد عنعن'' (نصب الرایہ ۲/ ۲۵۲) غیر محفوظ قلت تفرد بہ محمد بن اسحق وہو لا یحتج بما انفرد عن العیعقوب بن عتبۃ عن الزہری وخالفہ صالح بن کیسان وہو اوثق واثبت من ابن اسحق فرواہ عن الزہری بدون ہذہ الزیادۃ عند احمد وغیرہ وقال العلّام بن الترکمانی والبخاری اخرج ہذا الحدیث من جہۃ عائشۃ ولیس فیہ قول نغسلتک''.

امر دوم: اس مذکورہ جملہ کے غیر محفوظ ہونیکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ حدیث بخاری میں درج کی ہے لیکن یہ جملہ نقل نہیں کیا کہ اے عائشہؓ میں تجھے غسل دوں گا، ''قالت عائشۃ وا راساہ! فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ذلک لو کان وانا حی فاستغفرلک وادعولک'' (بخاری شریف جلد ۲/ ۸۴۶) یعنی حضرت عائشہ کے سر میں درد تھا وہ کہہ رہی تھی ہائے سر پھٹا جا رہا ہے، آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (تجھ کو کیا فکر ہے) اگر تو میری زندگی میں مر جائے تو میں تیرے لئے دُعا و استغفار کروں۔ بخاری کی حدیث میں غسل کا تذکرہ بالکل نہیں ہے اگر یہ ثابت ہوتا تو اس کا تذکرہ ضرور ہوتا، البتہ دعاء و استغفار کا ذکر ہے۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

اعلانِ داخلہ

غفلت اور تغافل، جہالتِ جدیدہ اور تجاہل، بوالہوسی اور تکالب، مادہ پرستی اور الحاد، نفس پرستی اور خدا بیزاری کے دَور میں بھی بہرحال خوش نصیب لوگ ہر دَور میں ہیروں کی طرح سمندروں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں، اُن کو اندروں سے بیروں کی جانب لانا ضروری ہوتا ہے تا کہ عالَم اُن سے چمک اُٹھے۔ اسلئے اُن مقدس یا آئندہ سعادت مند بننے والے نفوس سے گزارش ہے کہ دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ میں تعلیم و تربیت کیلئے داخلہ لے لیں۔

عصری تعلیم دسویں جماعت تک اور درجہ حفظ و ناظرہ نیز عربی چہارم تک کے علاوہ بقدر ضرورت انگریزی، ریاضی، سائنس اور کمپیوٹر کی سہولیات بھی مہیا رکھی گئی ہیں، بس محنتی، ذہین و فہیم اور حق کے متلاشی باہمت طلباء کا شدید انتظار ہے اللہ کرے کہ سواء السبیل کی دعوتِ حق کا مضراب دل کی تاروں کو چھیڑے۔

نشر واشاعت: دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

فون نمبر: 9906546004, 9622841975

CHAND SOLARS

NEAR J&K BANK, T.P.
BRANCH KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین و مراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

پیغامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ 2

اسی عقیدہ کے مطابق کسی انسان کا دوبارہ پیدا ہونا ہی اس کی گنہگاری کی دلیل ہے، عیسائی مذہب نے بھی انسانیت کے اس بوجھ کو کم نہیں کیا، بلکہ اور بڑھادیا ہے عیسائی مذہب نے یہ عقیدہ تعلیم کیا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ حضرت آدمؑ کی گنہگاری کے سبب سے موروثی طور پر گنہگار ہے خواہ اس نے ذاتی طور پر کوئی گناہ نہ کیا ہو، اس لئے انسان کی بخشائش کے لئے ایک غیر انسان کی ضرورت ہے جو موروثی گنہگار نہ ہو وہ اپنی جان دے کر بنی نوع انسان کے لئے کفارہ ہوجائے۔

لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر غمزدہ انسانوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ تم کو بشارت ہو کہ تم نہ اپنی پہلی زندگی اور کرم کے ہاتھوں مجبور و ناچار ہو اور نہ اپنے باپ آدمؑ کے گناہ کے باعث فطری گنہگار و بلکہ تم فطرۃً پاک و صاف اور بے عیب ہو، اب تم خود اپنے عمل سے خواہ اپنی صفائی اور پاکی کو برقرار رکھو یا نجس و ناپاک بن جاؤ۔

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طورِ سینا کی اور اس امن والے شہر (مکہ) کی (کہ) البتہ ہم نے انسان کو بہترین اعتدال پر پیدا کیا پھر ہم اسکو نیچے سے نیچے پہنچادیتے ہیں۔ لیکن وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے''۔ (سورۂ تین)

انسانوں کو پیغامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت ہے کہ انسان بہترین حالت، بہترین اعتدال اور راستی پر پیدا کیا گیا ہے، لیکن وہ اپنی عمل کی بناء پر نیک و بد ہوجاتا ہے۔ ''قسم ہے نفس کی اور اس کے ٹھیک بنائے جانے کی پھر ہم نے سمجھ دی اس کو بدی اور نیکی کی تو کامیاب ہے وہ جس نے اس نفس کو پاک رکھا، اور ناکام ہوا وہ جس نے اس کو میلا کردیا''

انسانیت کی فطری پاکی کیلئے اس سے زیادہ صاف پیغام اور کیا چاہئے، سورہ دہر میں آتا ہے: ''ہم نے انسان کو ایک بوند کے لچھے سے پیدا کیا، ہم پلٹتے رہے اس کو، پھر کردیا ہم نے اس کو سنتا دیکھتا (انسان) ہم نے اس کو سمجھادی راہ اب یا شکر گذار ہے اور یا ناشکرا۔'' سورۂ انفطار میں ہے: ''(اے انسان)! کاہے سے دھوکہ میں پڑا تو اپنے بخشش والے ربّ کے متعلق جس نے تجھ کو پیدا کیا پھر تجھ کو ٹھیک کیا، جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا''۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی الہامی زبان اور فطرت سے ایک ہی معنی کے دو لفظ ہیں، اصل فطرت دین ہے اور گنہگاری انسان کی ایک بیماری ہے جو باہر سے آتی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے: ''سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپ کو دین پر سیدھا قائم رکھ، وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو بنایا ہے خدا کے بنانے میں بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے'' (سورۂ روم)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام میں اس آیت پاک کا مطلب پورے طور پر واضح کردیا ہے۔ (بخاری) تفسیر میں سورۂ روم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلیٰ الْفِطْرَۃِ فَاَبُوَاہُ یُھَوِّدَانہ او ینصّرانہ اَوْ یُمَجّسانِہ '' کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہیں ہوتا لیکن ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں''

جس طرح ہر جانور اصل میں صحیح و سالم بچہ پیدا کرتا ہے کیا تم نے دیکھا کہ کوئی کان کٹا بچہ بھی وہ جنتا ہے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اوپر کی آیت پڑھی۔

غور کرو اس پیغامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسان کی کتنی بڑی خوشخبری سُنائی ہے اور انسان کے دائمی غم کو کس طرح مسرت سے بدل دیا اور ہر انسان کو اپنی زندگی کے عمل میں کس طرح آزاد بنادیا ہے

ظہورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی یہ کل آبادی مختلف گھرانوں میں بٹی ہوئی تھی، لوگ ایک دوسرے سے ناآشنا تھے، ہندوستان کے رشیوں اور منیوں نے آریہ درت سے باہر خدا کی آواز کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی تھی، ان کے نزدیک پرمیشور صرف ایک آریہ درت کے باشندوں کی بھلائی چاہتا تھا، خدا کی رہنمائی کا عطیہ صرف اسی ملک اور انہیں کے بعض خاندانوں کے لئے محفوظ تھا، زردشت خاک پاک ایران کی پاک نژاد کے سوا اور کہیں خدا کی آواز نہیں سُنتا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے خاندان سے باہر کسی رسول اور نبی کی بعثت اور ظہور کا حق نہیں سمجھتے تھے۔ یہ پیغامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس نے پورب، پچھّم، اُتر، دکھن ہر طرف خدا کی آواز سُنی اور بتایا کی خدا کی رہنمائی کے لئے ملک، قوم اور زبان کی تخصیص نہیں، اس کی نگاہ میں فلسطین، ایران، ہندوستان اور عرب سب برابر ہیں، ہر جگہ اس کے پیغام کی بانسری بجی اور ہر طرف اس کی رہنمائی کا نور چمکا۔ ''اور نہیں ہے کوئی قوم مگر یہ کہ اس میں گزر چکا ایک ہوشیار کرنے والا'' (فاطر) ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول انکی اپنی اپنی قوم کے پاس بھیجے'' (سورۂ روم)

ایک یہودی اپنی قوم سے باہر کسی پیغمبر کو تسلیم نہیں کرتا، ایک عیسائی کیلئے بنی اسرائیل کے یا دوسرے ملکوں کے رہنماؤں کو تسلیم کرنا ضروری نہیں اور ایسا کرنے سے اسکے سچے عیسائی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، ہندو دھرم کے لوگ آریہ درت کے باہر خدا کی کسی آواز کے قائل نہیں، ایران کے زردشتی کو اپنے یہاں کے سوا دنیا کی ہر جگہ اندھیری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پیغام ہے کہ ساری دنیا ایک ہی خدا کی مخلوق ہے اور خدا کی نعمتوں میں ساری قومیں اور نسلیں برابر کی شریک ہیں۔ ایران ہو، ہندوستان، چین ہو یا یونان، عرب ہو یا شام، ہر جگہ خدا کا نور یکساں چمکا، جہاں جہاں بھی انسانوں کی آبادی تھی، خدا نے اپنے قاصد بھیجے، اپنے رہنما اُتارے اور ان کے ذریعہ اپنے احکام سے سب کو مطلع فرمایا۔

اسلام کی اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک دنیا کے تمام پیغمبروں پر، پہلی کتابوں پر اور گزشتہ ربّانی الہاموں پر یقین نہ رکھے، جن جن پیغمبروں کے قرآن میں نام ہیں انکو نام بنام اور جنکے جو نام بھی ہوں ان سب کو سچا اور راست باز ماننا ضروری ہے، مسلمان کون ہیں۔ ''جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اے محمدؐ تم پر اُترا اور اس پر جو تم سے پہلے اُترا'' (بقرہ) پھر سورہ بقرہ ۔۔۔۔۔ میں فرمایا: ''لیکن نیکی اس کی ہے جو خدا پر ار قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور تمام نبیوں پر ایمان لایا''۔ (جاری)

مناسکِ حج .... ایک نظر میں

''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ'' (بخاری ومسلم)

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، میں تیرے حکم کے آگے سرخم ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، اقرار کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں، اور ساری بادشاہت تیرے ہی لئے ہے اور نظام کائنات چلانے میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

حج کا پہلا دِن ۸ ذوالحجۃ	حج کا دوسرا دِن ۹ ذوالحجۃ	حج کا تیسرا دِن ۱۰ ذوالحجۃ	حج کا چوتھا دِن ۱۱ ذوالحجۃ	حج کا پانچواں دِن ۱۲ ذوالحجۃ
مکہ سے منیٰ کو روانگی منیٰ میں آج کے دِن ظہر عصر مغرب عشاء پڑھنی ہے رات کو منٰی میں قیام	فجر کی نماز منیٰ میں ادا کر کے عرفات کو روانگی ظہر کی نماز عرفات میں پڑھنی ہیں وقوفِ عرفات عصر کی نماز عرفات میں پڑھنی ہیں مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کو روانگی مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت مزدلفہ میں ادا کرنی ہیں رات کو مزدلفہ میں قیام کرنا ہے	مزدلفہ میں فجر کی نماز کے بعد منیٰ کو روانگی پہلے بڑے شیطان کی رمی پھر قربانی کرنا پھر سر کے بال منڈانا یا کتروانا پھر طوافِ کعبہ کو مکہ جانا رات کو منیٰ میں قیام	منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے پہلے چھوٹے شیطان کی رمی پھر درمیانے شیطان کی پھر بڑے شیطان کی رمی کرنا طوافِ زیارت اگر کل نہیں کیا تھا تو آج کرلیں رات کو منٰی میں قیام	منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے پہلے چھوٹے شیطان کی رمی پھر درمیانے شیطان کی رمی پھر بڑے شیطان کی رمی کرنا ہے طوافِ زیارت اگر نہیں کیا تھا تو آج مغرب سے پہلے ضرور کرلیں ۱۳/ذوالحجۃ کو اگر قیام کا ارادہ ہے تو کنکریاں زوال سے پہلے ماری جاسکتی ہیں مگر مکروہ ہے۔

نوٹ: اسکے علاوہ حج کے بقیہ دِنوں میں روزمرہ کی طرح نمازیں ادا کریں، طوافِ زیارت کا وقت ۱۰/ذوالحجۃ کی فجر سے ۱۲/ذوالحجۃ کے غروبِ آفتاب یعنی مغرب تک ہے۔ طواف زیارت سے رات کے کسی بھی حصہ میں فارغ ہوں تو بقیہ رات قیام کیلئے منیٰ چلے جائیں۔ (عبادت سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو ورنہ قبول نہیں ہوگی۔) **پیشکش:** دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام

www.khanqah.in

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے.........

جو کچھ اسے ملا ہے وہ ایک ہی ذات کی عنایات وعطیات ہیں' جب چاہے نعمتوں کی موسلادھار بارشوں سے سیراب کردے اور وہ جب چاہے تو عریاں کردے' وہ جب چاہے عزت کی بام عروج تک پہنچائے' وہ جب چاہے ذلت کا طوق گلے میں ڈال دے' موحد کی ہر بات کے پس منظر میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کارفرما ہوتی ہے' جب دوسرے لوگ اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں کو اپنی محنت ومشقت کا ثمر سمجھتے ہیں' وہ انکساری وعجز کی بجائے تکبر وغرور کرتے ہیں۔

عقیدۂ توحید کو ماننے سے انسان کے دل میں احساس جوابدہی پیدا ہوتا ہے انسان دنیا میں سوچ سمجھ کر چلتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی فلاح ونجات اعمال صالح میں ہے' اگر اچھے کام کرے گا تو اللہ کی رضا کا مستحق بنے گا' اگر برے کام کرے گا تو اللہ کی عتاب میں آئے گا' وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ یقین رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن انصاف کا ترازو تولیں گے اور ایک بال برابر کسی سے زیادتی نہیں کریں گے' اس لیے وہ نیک اعمال کرتا ہے' تاکہ اسے جزائے خیر ملے گی' علی الرغم ازیں مشرکین کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ ہم نے جن بزرگوں کو سفارشی بنایا ہے' ان کی سفارش سے ہمیں پروانۂ فلاح مل جائے گا' جس طرح نصرانیوں نے کہا کہ عیسیٰ سولی پہ چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر گئے اب ہم جو چاہیں کریں ہمیں پوچھ گچھ نہ ہوگی یہودیوں نے کہا کہ جنت ہمارے باپ دادا کی میراث ہے' یہودیوں کے سوا کوئی جنت میں نہیں جاسکتا' کسی نے یہ اعلان کیا کہ " نحن ابناء الله واحباء ہ " کہ ہم اللہ کے فرزند اور چہیتے ہیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ ہم بتوں کی پرستش اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیتے ہیں' لیکن ایک موحد' مسلمان کا عقیدہ صرف ایک ہوتا ہے' کہ سب کچھ کرنے والی ذات اللہ کی ہے' اور جو کام میں کروں گا' اس کا حساب دینا پڑے گا، موحد کو یہ احساس ہمہ وقت رہتا ہے۔ عقیدۂ توحید کو ماننے والا بڑی بڑی تلاطم خیز موجوں سے نہیں گھبراتا' وہ مصائب ومشکلات کی آندھیوں اور جھکڑوں کا خندہ روئی سے مقابلہ کرتا ہے' اس کے عزائم جوان اور حوصلے بلند رہتے ہیں' وہ تھک کر پھر بھی نہیں تھکتا' وہ ہار کر پھر بھی نہیں ہارتا' وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے وہ جانتا ہے کہ سب کچھ کرنے والی ذات صرف اور صرف ایک ہی ہے اس لیے مصائب سے کیوں گھبراؤں' اس کے برعکس مشرک وکافر تھوڑی تھوڑی پریشانیوں پر تلملا اٹھتے ہیں' چوں کہ ان کا اعتماد اور بھروسہ صرف محدود طاقتوں پر ہوتا ہے' مایوسیاں اور ناامیدیاں ان کے گرد گھیرا ڈال لیتی ہے۔ عقیدۂ توحید کو ماننے والا صرف ایک ذات کے بھروسے پر جب اٹھتا ہے' تو بڑے بڑے کام کر گزرتا ہے' وہ بڑی کٹھن منزلیں عبور کرنے کی کوششیں کرتا ہے' اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر ایک بڑی ذات کی طاقت کارفرما ہے' اس کی ارادے پہاڑوں کی طرح مضبوط ہوجاتے ہیں' اس کے عزائم بلند اور حوصلے مضبوط ہوجاتے ہیں' اس کو اللہ کی ذات عالی پر کامل توکل اور بھروسہ ہوتا ہے۔

عقیدۂ توحید کو ماننے والا اپنے دل ودماغ سے ساری چیزوں کو نکال دیتا ہے' وہ کسی کا خوف اور ڈر اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتا' جان ومال کی پرواہ نہیں کرتا' آل واولاد کی پرواہ نہیں کرتا' سب سے بے نیاز ہوکر لا الہ الا اللہ کی تلوار لے کر کام کرتا ہے' بزدلی اور خست سے انسان دور رہتا ہے۔

انسان اگر غور کرے تو عقیدۂ توحید انسان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے' وہ سارے انسان کو عزت ورفعت کے مقام پر پہنچاتا ہے' وہ انسان کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلاتا ہے' جس طرح رستم کے دربار میں حضرت ربعی بن عامرؓ نے رستم سے مخاطب ہوکر کہا تھا کہ ہمیں ملک ومال کی ضرورت نہیں اور نہ ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت ہے' ہمیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے' تاکہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلاکر ایک اللہ کی غلامی میں لاکر کھڑا کردیں۔ (جاری)

دار العلوم سواء السبیل آپ کی خدمت.........؟

دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دار العلوم سواء السبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دار العلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاون کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

CHAND SOLARS

NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH KULGAM

Cell No's: 9419639044, 9596106546

اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے!

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب

تیری علیٰحدگی اور خدا سے غیر حاضر رہنے نے تجھ کو خدا کے ساتھ مغرور بنادیا اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے، ذلیل کیا جائے اور مسلط کردیئے جائیں، تجھ پر بلیات کے سانپ اور بچھو تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا پس ضرور ہوا کہ مغرور یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے اس پر اترائے مت کہ یہ سب عنقریب جاتا رہے گا اللہ عز وجل فرماتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اترائے اس مال ودولت پر جوان کو دی گئی تھی تو ہم نے اچانک ان کو پکڑلیا جو نعمتیں اللہ پاک کے پاس ہیں ان سے۔ بہرہ یابی صبر ہی کی بدولت ہوسکتی ہے اور اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی جگہ جگہ تاکید فرمائی ہے فقر اور صبر دونوں جمع نہیں ہوسکتے مگر مومن کے حق میں۔ جو بندے محبّ ہوتے ہیں وہ تکلیفوں میں مبتلا کیے جاتے ہیں، پس صبر کرتے ہیں اور ان کو نیک کاموں کا بلا کے ساتھ ساتھ الہام کیا جاتا ہے اور جو جوئی تکلیف ان کو ان کے رب کی طرف سے پہنچتی رہتی ہے وہ اس پر جمے رہتے ہیں اگر صبر نہ ہوتا تو تم مجھ کو اپنے اندر نہ دیکھتے میں گویا جال بنایا گیا ہوں جو پرندوں کا شکار کرتا ہے، رات بھر کیلئے میری آنکھیں کھولدی جاتیں اور دن میں میرے پاؤں سے جال چھڑالیا جاتا ہے۔ درآنحالیکہ آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں اور میرا پاؤں جال میں بندھا رہتا ہے (کہ کہیں جانہ سکوں اور نصیحت سے آزاد منشوں کو پابندِ شرع اور غلام حق بناتا رہوں) یہ تمہاری ہی مصلحت کیلئے ہے مگر تم پہچانتے نہیں اگر حق تعالیٰ کی موافقت (جو میرے ذمہ فرض ہے) نہ ہوتی تو کون عاقل ہے جو اس شہر میں بیٹھنا گوارا کرے اور اسکے باشندوں میں رہے کہ عام طور پر اس میں ریا ونفاق اور ظلم وشبہات وحرام کی کثرت ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکرگزاری اور نعمتوں سے فسق وفجور پر اعانت حاصل کرنا بڑھا ہوا ہے، کثرت سے وہ لوگ ہیں جو گھر میں بیٹھیں تو درماندہ بیکار بنیں اور دُکانوں پر آئیں تو بڑے پرہیزگار بنیں۔ کھانے پینے میں زندیق اور منبر پر آویں تو گویا صدیق ہیں، اگر حکم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتادیتا جو کچھ تمہارے گھروں میں ہے لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے اور میرے بہت کچھ (روحانی) بچے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں، (پس نصیحت وتبلیغ کی بنیاد پر اصلاح خلق کی تعمیر اور مریدوں کی تکمیل وتربیت کیلئے مجھ کو پردہ پوش بنایا گیا ہے کہ لوگ متوحش نہ ہوں اور پاس آکر منتفع ہوتے رہیں، جو میرے پاس ہے اگر اس میں سے کچھ بھی میں کھولدوں تو وہ میرے اور تمہارے درمیان مفارقت کا سبب بن جائے میں اس حالت میں جسکے اندر اسوقت ہوں انبیاء ومرسلین کی طاقت کا حاجتمند ہوں مجھ کو ضرورت ہے ان کے سے صبر کی جو آدم علیہ السّلام سے میرے زمانے تک گذر چکے ہیں، میں حاجتمند ہوں ربانی قوت کا، اے میرے اللہ لطف اور مدد کر اور رضا نصیب فرما آمین

تو دُنیا میں رہنے اور یہاں کے مزے اُڑانے کیلئے پیدا نہیں ہوا، حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس حالت میں تو مبتلا ہے اس کو بدل تو نے اللہ کی اطاعت میں صرف لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لینے پر قناعت کرلی ہے، حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز (یعنی عمل کو) نہ ملائے گا یہ تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ ایمان مجموعہ ہے قول کا اور عمل کا۔ ایمان نہ مقبول ہوگا اور نہ مفید جبکہ تو معصیتوں ولغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا اور اس پر اڑا رہے گا اگر نماز روزہ اور صدقہ اور نیکوکاریاں چھوڑیگا تو وحدانیت ورسالت کی محض گواہی کیا نفع دے گی؟ جب تو نے لا الٰہ الا اللہ کہا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو توحید کا) مدعی تو بن گیا اب کہا جائے گا کہ بتا کوئی تیرا گواہ بھی ہے؟ وہ گواہ کیا ہے؟ حکم ماننا، ممنوعات سے باز رہنا، مصیبتوں پر صبر کرنا، اور تقدیر کے سامنے گردن جھکانا یہ اس دعوے کے گواہ ہیں اور یہ بھی حق تعالیٰ کیلئے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے کیونکہ کوئی قول قبول نہیں ہوتا بلا عمل کے اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کے موافقت کے۔ اپنے مال سے جو کچھ ہوسکے فقیروں کی غم خواری کرو۔ اگر کسی چیز کے دینے کی طاقت ہو خواہ ذرا سی ہو یا بہت سی تو سائل کو واپس نہ کرو۔ عطا کو محبوب سمجھنے میں حق تعالیٰ کی موافقت کرو، اور شکرگزار بنو کہ اس نے تم کو اسکا اہل بنایا اور عطا پر قدرت بخشی، تجھ پر افسوس ہے جب کہ سائل اللہ عز وجل کا ہدیہ ہے (جو تیرے پاس بھیجا گیا ہے) اور تو اس کو دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ہدیہ کو اسکے بھیجنے والے پر کس طرح رد کرتا ہے؟ میرے پاس بیٹھ کر تو سنتا اور روتا ہے اور جب فقیر آتا ہے تو تیرا قلب سخت بن جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تیرا رونا اور کان لگا کر سننا خالص اللہ کے واسطے نہ تھا میرے پاس بیٹھ کر سننا اولاً باطن سے ہونا چاہیے، پھر قلب سے اس کے بعد اعضاء کو نیکوکاریوں میں مشغول کرنے سے، جب تو میرے پاس آیا کرے تو ایسی حالت سے آیا کر کہ اپنے علم اور عمل اور زبان اور نسب اور حسب سے یکسو ہوکر اور مال اور اہل کو بھولا ہوا ہو، میر سامنے بیٹھ کر ماسوائے اللہ سے قلب کو برہنہ بنا، یہاں تک کہ خدا اس کو اپنے قرب اور فضل واحسانات کا جامہ پہنائے۔ میر پاس آنے کے وقت جب تو ایسا کرے گا تو اس پرندا جیسا بن جائے گا جو صبح کو بھوکا اُٹھتا اور شام کو پیٹ بھر واپس آتا ہے (کہ توکل کے دسترخواں سے بلا کسب شکم سیر ہوتا ہے) حق تعالیٰ کے نور سے قلب کو منور بنا اور اسی لئے جناب رسول اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اے فاسق! ڈر مومن سے اور اپنے معاصی کی گندگی میں لتھڑا ہوا اسکے پاس مت آ کیونکہ وہ اللہ عز وجل کے نور سے اس حالت کو دیکھتا ہے جس میں تو ملوث ہے، وہ دیکھتا ہے تیرے شرک کو تیرے نفاق کو۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 34 | 20 September 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Kulgam Kashmir -192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper

MUBALLIG

Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 21-09-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت 10

اعداد و تقدیم: (مولانا) حذیفہ بن غلام محمد وستانوی
ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ سوال کریں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے حقوق تو مار لیے ۔اور جو ہونا تھا ہو چکا اب ان کے پاس پیسے نہیں لہذا حقوق کس طرح ادا کریں اور بہت سے لوگوں کے پاس پیسے تو ہیں لیکن اصحاب حقوق یاد نہیں اور تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتے ۔ان کے پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں مل سکتا، ان کو پہنچانے کوئی راستہ نہیں اب یہ لوگ کیا کریں۔

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اللہ کی شریعت میں اس کا حل بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ جو اصحاب حقوق معلوم ہیں ان سے جا کر یا بذریعہ خطوط معافی مانگیں اور ان کو بالکل خوش کر دیں جس سے اندازہ ہو جائے کہ انھوں نے حقوق معاف کر دئے اگر وہ معاف کریں تو ان سے مہلت لے لیں اور تھوڑا تھوڑا کما کر اور آمدنی سے بچا کر ادا کریں اور اگر ادائیگی سے پہلے ان میں فوت ہو جائے تو اس کی اولاد کو باقی ماندہ حق پہنچا دیں۔

اہل حقوق میں سے جو لوگ زندہ ہوں لیکن ان کا پتہ معلوم نہ ہو تو ان کی طرف سے ان کے حقوق کے بقدر مسکینوں کو صدقہ دے دیں ۔جب تک ادئیگی نہ ہو صدقہ کرتے رہیں اور تمام حقوق والوں کے لیے خواہ مالی حقوق ہوں خواہ آبرو کے حقوق ہوں ۔بہر حال دعائے خیر اور استغفار ہمیشہ پابندی سے کریں ۔حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے والد کی دو بیویاں تھیں اپنے والد کی وفات کے بعد انہیں خیال آیا کہ ان دو بیویوں کے مہر ادا نہیں ہوئے تھے ۔دونوں بیویاں بھی وفات پا چکی تھیں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ان کے رشتہ داروں کا پتہ چلایا اور ان میں سے جس جس کو میراث پہنچ سکتی تھی سب کو ان کا حق پہنچایا ان میں جو وفات پا گئے تھے ۔ان کی اولاد کو تلاش کیا اور حق دیا ان میں سے ایک بیوی کاندہلہ میں تھیں ان کے کسی عزیز کے حساب میں دو پیسے نکلے تھے حضرت والا نے مجھے (یعنی حضرت شیخ کو) وکیل بنایا تا کہ ان کا حق پہنچاؤں اصل بات یہ ہے کہ عام طور سے آخرت کی فکر ہی نہیں رہی دل کی لگی بری ہوتی ہے اگر فکر ہو جائے جسے واقعی فکر کہتے ہیں اور دوزخ کی آگ کا فکر ہو جائے تو نیند ہی نہ آئے جب تک کہ حقوق العباد ادا نہ کر دیں، فکر تو بعد کی بات ہے یقین ہی کچا ہے جو یقین کہنے کے لائق نہیں اس لیے حقوق کی ادائیگی اور ادائیگی فرض و واجبات اور اجتناب محرمات کی طرف توجہ نہیں ۔وباللہ التوفیق۔

بعض ایسے امور ہیں جس سے عموماً لوگ غفلت برتتے ہیں۔

☆ جس کسی نے اپنا مال تھوڑا ہو یا بہت، خواہ کسی بھی جنس سے ہو، کی کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھ دیا۔ یہ مال اس کے پاس امانت ہے۔اسے خوب اچھی طرح حفاظت سے رکھے اور امانت رکھنے والا جب مانگے تو دے دے۔اگر دینے سے انکار کر دیا اور وہ ہلاک ہو گئی تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

☆ امانت کی چیز اگر خرچ کر لے یا ہلاک کر دیں تب بھی ضمان لازم ہوگا۔

آج ہر شخص کرپشن کا رونا رو رہا ہے، ہر شخص یہ کہتا ہے کہ حکومت کے کسی دفتر میں جاؤ تو اس وقت تک کام نہیں بنتا جب تک پیسے نہ کھلائے جائیں، دفتروں میں لوگ حرام کھانے کے لیے منہ کھولے بیٹھے ہیں ۔یہ شکایت ہر شخص کر رہا ہے، لیکن جب اس کو موقع مل جائے تو وہ بھی اپنا منہ کھولے بیٹھے ہیں ۔اور وہ اس سے زیادہ رشوت لے گا جتنی وہ دوسروں کے رشوت لینے کی شکایت کر رہا تھا، وہ دوسروں سے زیادہ کرپشن کا مظاہرہ کرے گا، جھوٹے سرٹیفیکٹ بنائے گا، جھوٹی شہادتیں دے گا، یہ سب کام ہمارے ملک اور ہمارے معاشرے میں ہو رہے ہیں۔

بے شک یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بنائی ہے، لیکن یہ دنیا اس لیے بنائی ہے کہ اس میں محنت اور جدو جہد کر کے حلال اور جائز طریقے سے کماؤ اور اس کے وسائل کو اپنی بہتری کے لیے اور امت کی بہتری کے لیے استعمال کرو، یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں بنائی تھی کہ ہر انسان دوسرے کو دھوکہ اور فریب دے

> ”اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتے جو قوم خود اپنے آپ کو بدلنے کیلئے تیار نہ ہو۔“ یہ قرآن کریم کا ارشاد ہے جو آج سے سوا چودہ سو سال پہلے فرما دیا تھا کہ اگر تم اپنے آپ کو نہیں بدل سکتے تو تمہاری حالت بھی نہیں بدلے گی، اگر تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پٹ رہے ہو تو پھر تمہاری پٹائی اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک تم اپنے کرتوت نہیں چھوڑو گے ۔آج لوگ یہ کہتے ہیں کہ اتنی دعائیں کی گئیں، اللہ تعالیٰ سے اتنا مانگا گیا، لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں، ہمیں فتح نہیں دی گئی اور دشمن کو فتح ہو گئی ۔اس کی کیا وجہ ہے؟ یہاں تک کہ لوگوں کے ایمان متزلزل ہو رہے ہیں، لوگوں کے دلوں میں یہ شکوک اور شبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کو کیوں نہیں آیا؟ ہماری مدد کیوں نہیں کی؟

کر دولت کمائے اور دوسروں پر ڈاکہ ڈالے اور اپنی تجوریاں بھرتا چلا جائے اور ملک و ملت کو فراموش کر دے، آج مسلمانوں نے چوں کہ یہ وتیرہ اختیار کیا ہوا ہے، اس لیے کہ ان کی ہر جگہ پٹائی ہو رہی ہے، دشمن سے کیا شکوہ کریں، دشمن کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ ہمیں تباہ کرے، شکوہ اور گلہ تو اپنا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا ہے کہ دنیا کی جو قوم چاہے آکر ہم پر ڈاکہ ڈالے اور خوشی کے تازیانے بجاتے ہوئے یہاں سے چلی جائے کہ۔

اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتے جو قوم خود اپنے آپ کو بدلنے کے لیے تیار نہ ہو۔ (سورہ رعد) یہ قرآن کریم کا ارشاد ہے جو آج سے سوا چودہ سو سال پہلے فرما دیا تھا کہ اگر تم اپنے آپ کو نہیں بدل سکتے تو تمہاری حالت بھی نہیں بدلے گی، اگر تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پٹ رہے ہو تو پھر تمہاری پٹائی اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک تم اپنے کرتوت نہیں چھوڑو گے۔

آج لوگ یہ کہتے ہیں کہ اتنی دعائیں کی گئیں، اللہ تعالیٰ سے اتنا مانگا گیا، لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں، ہمیں فتح نہیں دی گئی اور دشمن کو فتح ہو گئی ۔اس کی کیا وجہ ہے؟ یہاں تک کہ لوگوں کے ایمان متزلزل ہو رہے ہیں، لوگوں کے دلوں میں یہ شکوک اور شبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کو کیوں نہیں آیا؟ ہماری مدد کیوں نہیں کی؟ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا عالم اسباب بنائی ہے، جب تم اپنی حالت بدلنے کے لیے تیار نہیں ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر کان دھرنے کے لیے تیار نہیں ہو، بل کہ جہاں تمہیں چار پیسے کا نفع مل رہا ہے، وہاں تم اللہ کو بھلا بیٹھتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بھلا بیٹھتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کیوں کریں گے؟ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ﴿نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ﴾ (سورہ توبہ :٦٧) یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا۔

عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو کہاں بھلایا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ نماز پڑھو، ہم نماز پڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جمعہ کی نماز کے لیے آؤ، ہم جمعہ کی نماز کے لیے آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ تم رمضان میں روزے رکھو تو ہم روزے رکھ رہے ہیں ۔لہذا ہم نے اللہ کو نہیں بھلایا۔

بات دراصل یہ ہے کہ لوگوں نے صرف نماز پڑھنے اور روزے رکھنے کو دین سمجھ لیا ہے ہے اور زکوۃ دینے اور حج کرنے اور عمرے کرنے کو دین سمجھ لیا ہے، حالاں کہ دین کے بے شمار شعبے ہیں، اس میں معاملات بھی ہیں، اس میں معاشرت بھی ہے، اس میں اخلاق بھی ہے، یہ سب دین کے شعبے ہیں، اب ہم نے نماز پڑھ لی اور روزہ بھی رکھ لیا، زکوۃ کا وقت آیا تو زکوۃ بھی دے دی، عمرے کر کے خوب سیر سپاٹے بھی کر لیے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اپنے مصالح کو قربان کرنے کا موقع آتا ہے تو وہاں پھسل جاتے ہیں اور تاویل شروع کر دیتے ہیں کہ آج کل سب لوگ ایسا کر رہے ہیں اور حالات ایسے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلائے ہوئے ہیں، خاص طور سے اپنی معاشرت کی زندگی میں، اپنے معاملات کی زندگی میں، اخلاق کی زندگی میں اور سیاست کی زندگی میں اسلام کو اور اسلامی احکام کو فراموش کیا ہوا ہے۔

عقیدۂ توحید کے اثرات: عقیدۂ توحید انسانی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے' جو انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا قائل ہوتا ہے' وہ وسیع النظر ہو جاتا ہے وہ شرق تا غرب' دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک' ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ساری کائنات کو ایک مالک الملک کی عطا سمجھتا ہے' وہ سب کو اللہ ہی کو ملکیت و کرم تصور کرتا ہے' اسکے برعکس کئی خداؤں اور دیوتاؤں کا پرستار ایسا وسیع النظر نہیں ہوتا' بلکہ وہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کو ہی جہاں سمجھتا ہے' وہ اس کائنات کو اپنے خود ساختہ بزرگوں کی برکات سمجھتا ہے۔

پھر یہ عقیدہ انسان میں خودداریت پیدا کرتا ہے' انسان مال و زر والا ہے پھر بھی' اور اگر فقیر و غریب ہے پھر بھی وہ اپنے حال پر مست و مگن رہتا ہے' وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑتا' کسی کے سامنے دست سوال نہیں اٹھاتا' حق تعالیٰ کے خوف کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا' وہ صرف اور صرف اللہ کو سب کچھ سمجھتا ہے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے' کسی غیر کے آگے جھکنا اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہے' اس کے برعکس مشرک وہ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر اس کے آگے سربسجود ہوتا ہے' حاجت برآری اور مشکل کشائی کی امید رکھ کر دست سوال بلند کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید کو ماننے والا منکسر المزاج ہوتا ہے' اس میں خود غرضی، خودنمائی اور شوخی نہیں ہوتی وہ ہمہ وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ//

بقیہ صفحہ 7 پر......//